

نظیر اکبر آبادی

(1740 — 1830)

ولی محمد نام، نظیر تخلص تھا۔ دلی میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر میں آگرہ چلے گئے۔ وہاں معلیٰ کے فرائض انجام دیے اور ساری عمر آگرے میں گزاری۔ نظیر نے مختلف شعری اصناف میں طبع آزمائی کی ہے لیکن وہ نظم گو شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کا مشاہدہ وسیع تھا۔ انھوں نے زندگی کے تقریباً ہر پہلو کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ ہندوستان کے رسم و رواج، میلوں، ٹھیلوں، تفریحات و مشاغل پر جتنی نظمیں نظیر نے کہی ہیں، شاید کسی اور شاعر نے نہیں کہیں۔ نظیر کو زبان و بیان پر قدرت حاصل تھی۔ اُن کی زبان انتہائی صاف، سہل اور سادہ ہے اور وہ اُردو کے عوامی شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔

آدمی نامہ

دنیا میں بادشاہ ہے سو ہے وہ بھی آدمی اور مفلس و گدا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
زردار و بے نوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
ابداً قطب و غوث و ولی آدمی ہوئے منکر بھی آدمی ہوئے اور کفر کے بھرے
کیا کیا کرشمے کشف و کرامات کے کیے حتیٰ کہ اپنے زہد و ریاضت کے زور سے
خالق سے جا ملا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
فرعون نے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا شہاداد بھی بہشت بنا کر ہوا خدا
نمرود بھی خدا ہی کہاتا تھا برملا یہ بات ہے سمجھنے کی آگے کہوں میں کیا
یاں تک جو ہو چکا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
یاں آدمی ہی نار ہے اور آدمی ہی نور یاں آدمی ہی پاس ہے اور آدمی ہی دور
کل آدمی کا حسن و فتح میں ہے یاں ظہور شیطان بھی آدمی ہے جو کرتا ہے مکرو زور
اور ہادی و رہنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی
مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں بننے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں
پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآن اور نماز یاں اور آدمی ہی اُن کی پڑاتے ہیں جوتیاں
جو اُن کو تاڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی پہ جان کو وارے ہے آدمی اور آدمی کو تیغ سے مارے ہے آدمی
 پگڑی بھی آدمی کی اُتارے ہے آدمی چلا کے آدمی کو پُکارے ہے آدمی
 اور سُن کے دوڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

چلتا ہے آدمی ہی مسافر ہو لے کے مال اور آدمی ہی مارے ہے پھانسی گلے میں ڈال
 یاں آدمی ہی صید ہے اور آدمی ہی جال سچا بھی آدمی ہی نکلتا ہے میرے لال
 اور جھوٹ کا بھرا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی شادی ہے اور آدمی بیاہ قاضی وکیل آدمی اور آدمی گواہ
 تاشے بجاتے آدمی چلتے ہیں خواہ مخواہ دوڑے ہیں آدمی ہی مشعلیں جلا کے واہ
 اور بیاہنے چڑھا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی نقیب ہو بولے ہے بار بار اور آدمی ہی پیادے ہیں اور آدمی سوار
 ہتھ صراحی جوتیاں دوڑیں بغل میں مار کاندھے پہ رکھ کے پاکی ہیں آدمی کہار
 اور اُس پہ جو چڑھا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

بیٹھے ہیں آدمی ہی دکانیں لگا لگا کہتا ہے کوئی لو کوئی کہتا ہے لا رے لا
 اور آدمی ہی پھرتے ہیں رکھ سر پہ خوانچا کس کس طرح سے پیچیں ہیں چیزیں بنا بنا
 اور مول لے رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی لعل جواہر ہے بے بہا اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہے ہو گیا
 کالا بھی آدمی ہے کہ اُلٹا ہے جوں تو اگورا بھی آدمی ہے کہ ٹکڑا سا چاند کا
 بد شکل و بدنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی

اک آدمی ہیں جن کے یہ کچھ زرق برق ہیں روپے کے اُن کے پاؤں ہیں سونے کے فرق ہیں
 جھمکے تمام غرب سے لے تا بہ شرق ہیں کنخواب، تاش، شال، دوشالوں میں غرق ہیں
 اور چیتھڑوں لگا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

مرنے میں آدمی ہی کفن کرتے ہیں تیار نہلا دھلا اٹھاتے ہیں کاندھے پہ کر سوار
 کلمہ بھی پڑھتے جاتے ہیں روتے ہیں زار زار سب آدمی ہی کرتے ہیں مردے کا کاروبار
 اور وہ جو مر گیا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
 اشراف اور کمینے سے لے شاہ تا وزیر ہیں آدمی ہی صاحبِ عزت بھی اور حقیر
 یاں آدمی مرید ہیں اور آدمی ہی پیر اچھا بھی آدمی ہی کہاتا ہے اے نظیر
 اور سب میں جو بُرا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

(نظیر اکبر آبادی)

سوالات

1. اس نظم کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہے، ایسی نظم کو کیا کہتے ہیں؟
2. اس نظم میں آدمی کے جتنے روپ بیان کیے گئے ہیں ان میں سے دو دوایسے روپ بیان کیجیے جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔
3. نظم میں کن لوگوں کے خدائی کا دعویٰ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے؟ نام لکھیے۔
4. شیطان کا شیطان فرشتے کا فرشتہ
 انسان کی یہ بولچھی یاد رہے گی
 یگانہ کے اس شعر کو سامنے رکھتے ہوئے 'آدمی' نامہ پر مختصر نوٹ لکھیے۔

روٹیاں

روٹی سے جس کا ناک تلک پیٹ ہے بھرا کرتا پھرے ہے کیا وہ اُچھل کود جا بجا
دیوار پھاند کر کوئی کوٹھا اُچھل گیا ٹھٹھاہنسی شراب صنم ساتی اس سوا
سو سو طرح کی دھوم مچاتی ہیں روٹیاں
جس جا پہ ہانڈی چولھا تو اور تنور ہے خالق کی قدرتوں کا اُسی جا ظہور ہے
چولھے کے آگے آگ جو جلتی حضور ہے جتنے ہیں نور سب میں یہی خاص نور ہے
اس نور کے سبب نظر آتی ہیں روٹیاں
آوے توے تنور کا جس جا زباں پہ نام یا چکی چولھے کا جہاں گلزار ہو تمام
یاں سر جھکا کے کیجیے ڈنڈوت اور سلام اس واسطے کہ خاص یہ روٹی کے ہیں مقام
پہلے انھیں مکانوں میں آتی ہیں روٹیاں
ان روٹیوں کے نور سے سب دل ہیں پور پور آنا نہیں ہے چھانی سے چھن چھن گرے ہے نور
پیڑا ہر ایک اس کا ہے برقی وموتی چور ہر گز کسی طرح نہ بجھے پیٹ کا تنور
اس آگ کو مگر یہ بجھاتی ہیں روٹیاں
پوچھا کسی نے یہ کسی کامل فقیر سے یہ مہر و ماہ حق نے بنائے ہیں کاہے کے
وہ سن کے بولا بابا خدا تجھ کو خیر دے ہم تو نہ چاند سمجھیں نہ سورج ہیں جانتے
بابا ہمیں تو یہ نظر آتی ہیں روٹیاں
پھر پوچھا اُس نے کہیے یہ ہے دل کا نور کیا اُس کے مشاہدے میں ہے کھلتا ظہور کیا
وہ بولا سن کے تیرا گیا ہے شعور کیا کشف القلوب اور یہ کشف القبور کیا
جتنے ہیں کشف سب یہ دکھاتی ہیں روٹیاں

روٹی نہ پیٹ میں ہو تو پھر کچھ جتن نہ ہو میلے کی سیر، خواہشِ باغ وچمن نہ ہو
 بھوکے غریب دل کی خدا سے لگن نہ ہو سچ ہے کہا کسی نے کہ بھوکے بھجن نہ ہو
 اللہ کی بھی یاد دلاتی ہیں روٹیاں
 کپڑے کسی کے لال ہیں روٹی کے واسطے لمبے کسی کے بال ہیں روٹی کے واسطے
 باندھے کوئی رومال ہیں روٹی کے واسطے سب کشف اور کمال ہیں روٹی کے واسطے
 جتنے ہیں روپ سب یہ دکھاتی ہیں روٹیاں
 دنیا میں اب بدی نہ کہیں اور نکوئی ہے نا دشمنی و دوستی نا تند خوئی ہے
 کوئی کسی کا اور کسی کا نہ کوئی ہے سب کوئی ہے اُسی کا کہ جس ہاتھ ڈوئی ہے
 نوکر نفر غلام بناتی ہیں روٹیاں
 روٹی کا اب ازل سے ہمارا تو ہے خمیر روکھی بھی روٹی حق میں ہمارے ہے شہد و شیر
 یا پتلی ہووے موٹی خمیری ہو یا فطیر گیہوں کی جوار باجرے کی جیسی ہو نظیر
 ہم کو تو سب طرح کی خوش آتی ہیں روٹیاں

(نظیر اکبر آبادی)

سوالات

1. روٹی کے تعلق سے نظم کا پہلا بند دوسرے تمام بندوں سے مختلف ہے، کیوں؟
جواب دیجیے۔
2. نظم کے آخری بند پر چند جملوں میں روشنی ڈالیے۔
3. انسان کی زندگی میں روٹی کیسے کیسے تماشے دکھاتی ہے؟ اس موضوع پر مختصر نوٹ لکھیے۔